اسلام کے قانونِ الٰہیہ کی وہی بے بسی نظر آتی ہے جو اسلامی بنکنگ کے سسٹم کے مقابلے میں دیکھی گئی تھی۔

معاملہ صرف قانونِ شہادت اور بارِ ثبوت کا نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں الزام تراشی بڑا گناہ ہے۔ یہاں صورت مقدمہ یہ نہیں، کہ مدعی کیا کہتا ہے، بلکہ یہ ہے کہ ملزم کیا کہتے ہیں۔ شرطِ اول سماعتِ مقدمہ کی یہ ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو حاضر عدالت کیا جائے۔ دونوں کے بیانات لیے جائیں۔ مدعی اس مقدمہ کے 18 کروڑ مسلمانان پاکستان ہیں۔ مفتیان کرام نے کسی بھی فریق کو سنا نہیں اور بلاگرز کو بری کر دیا۔ یہ فنی نقص ہے۔ لہٰذا ان کی آراء کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے۔ کم از کم اتنا تو کرتے کہ بلاگرز کو پروگرام میں بٹھاتے۔ ان کے بیان لیتے۔ ان پر جرح کرتے اور سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرتے اور پھر کوئی رائے دیتے تو اس کا کچھ وزن ہوتا۔ جلالتِ الٰہیہ، حرمتِ رسول اللہ ﷺ، کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے تقدس سے ان مفتیان عظام کا اغماض قابل افسوس ہے۔ یہ تو اسی قسم کا فتویٰ ہے جو کوئی مفتی صاحب، بشرط صحت سوال، خاوند کو دے دیا کرتے تھے کہ طلاق نہیں ہوئی اور اسی بشرطِ صحت سوال کے ساتھ بیوی کو دے دیا کرتے تھے کہ طلاق ہو گئی ہے۔ دونوں طرف سے فیس لیا کرتے تھے۔ لگتا ہے کہ مفتیان کرام کو بلایا ہی اس لیے گیا تھا کہ اپنی حکمت و دانائی کے ذریعے معاملے کی سنگینی کو تھوڑا کم کر دیں۔ مدعی کے طور پر انصار عباسی کو شریک مذاکرہ کرتے اور ذلت آمیز مواد پر کم از کم ایک تنقیح تو وضع کرتے اور اگر بلاگرز یا کوئی ایک بلاگر اس سے اعلان برأت کرتا تو کوئی بات ہوتی۔ جنید جمشید مرحوم کا حوالہ دلیل مع الفارق کے حکم میں داخل ہے۔ ان کا معاملہ ایک سچے مسلمان کا سہو تھا، جس پر جونہی انہیں متنبہ کیا گیا تو انہوں نے قرآنی حکم کے مطابق مولانا طارق جمیل کے سامنے اپنی کم آگاہی کا اعتراف کیا اور توبہ کی۔

وزیر داخلہ کا اشتعال انگیز بیان

ہمارے وزیر داخلہ، ہمیشہ وقت سے پیچھے رہتے ہیں۔ جب جاگتے ہیں تو بدحواسی کے عالم میں ناقص بیان جاری کر دیتے ہیں۔ ''دروغ برگردن راوی'' کہ ایف آئی اے نے بلاگرز کے خلاف رپٹ درج کر کے کاروائی کا آغاز کیا ہے جس پر وزیر داخلہ جز بز ہوئے ہیں اور کہا ہے کہ ان سے اجازت لیے بغیر یہ ایجنسی ایسا اقدام کرنے والی کون ہوتی ہے؟ ہم اس حصہ خبر کی بات پہلے کر لیتے ہیں اور وزیر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیسے وزیر ہیں جن کی اپنی ایجنسی من مانی کرتی ہے۔ ان کو پوچھتی تک نہیں۔ خود اپنے ماتحت محکمہ پر، ان کی

گرفت اگراتنی ہی کمزور ہے تو قلمدان وزارت انہیں زیبا نہیں۔ان کے بیان کا دوسرا حصہ جسے ہم نے اشتعال انگیز کہا ہے، یہ ہے کہ ''بلاگرز کے خاندان پہلے ہی کافی پریشانی کا سامنا کر چکے ہیں، ایف آئی اے نے انہیں مزید پریشان کرنے کی کیوں ٹھانی ہے۔'' وزیر اگر باتدبیر ہوتے تو یوں 18 کروڑ مسلمانانِ پاکستان کے ان زخموں پر نمک پاشی نہ کرتے جو بھینسا گروپ کے بلاگرز نے اللہ احکم الحاکمین، سیدنا و مولانا محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی حدیث شریف کی توہین و تضحیک کر کے، ان کے ایمان و جذبات محبت اور عقیدت کو لگائے ہیں۔لگتا ہے کہ وزیر مذکور نے بلاگرز کی ناپاک جسارت کے نمونے ملاحظہ کرنے کی زحمت نہیں اٹھائی اور بیان داغ دیا ورنہ ان کی مسلمانی بھی 18 کروڑ مسلمانانِ پاکستان کی مسلمانی کی طرح سراپا احتجاج ہوتی۔

نقل کفر، کفر نباشد۔ ذیل میں ہم بلاگرز کی یاوہ گوئی کے تین نمونے لکھتے ہیں اور وزیر مذکور سے کہتے ہیں کہ ہماری اپنی اور بلاگرز کی مسلمانی کو الگ رکھ کر فیصلہ کریں کہ آیا یہ وہی زبان نہیں ہے جو ہندو گستاخ رسولؐ راجپال نے اپنی کتاب رنگیلا رسول میں، حضور اقدس ﷺ کے متعلق برتی تھی؟

ا۔''(واللہ خیر الرازقین) کی سرخی کے ساتھ غلاظت کے ڈھیر میں سے کارآمد سامان ڈھونڈتے ہوئے بچوں کی تصویر۔ وزیر صاحب کے پاس یہ تصویر ضرور ہوگی۔کیا اس تصویر پر مذکورہ بالا قرآنی آیت کی سرخی جمانا، اللہ تعالیٰ کی شان رزاقی کا مضحکہ ہے یا نہیں؟ کیا اس سے رازقِ حقیقی کی تقسیم رزق کی سکیم پر حرف آتا ہے یا نہیں؟

۲۔جب کوئی 6 سال کی بچی کے ساتھ شادی کر کے نبی بن جاتا ہے اور اگر اسے کوئی غلط کہے تو وہ اغوا ہو جاتا ہے۔

۳۔کچھ عورتیں دھندا نہ کریں تو فرشتے انہیں برا بھلا کہتے ہیں اور سخت لعن طعن کرتے ہیں یقین نہ آئے تو حدیثوں کا مطالعہ فرمالیں۔

ہم وزیر مذکور سے کہیں گے کہ وہ اس غلیظ عبارت پر غیر جانبداری سے فیصلہ کریں۔اسلام کو الگ رکھیں۔بھلا اس پر Blasphemy Law کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں؟

ہمیں حکومت سے اور ایسے وزیر سے کچھ نہیں کہنا۔ہمیں بلاگرز سے اور خصوصاً سلمان حیدر سے اتنا گلہ ضرور ہے کہ انہوں نے اپنے نام کے جز وحیدر کی لاج بھی نہ رکھی جو ذخیرہ حدیث سے ماخوذ ہے۔حدیث کہتی ہے: ''علی، شیر خدا، میدان جہاد میں رجز گاتے اور فرماتے میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔''